حاضر و ناظر کا ثبوت
شیخ التفسیر مولینا محمد فیض احمد اویسی مدظلہ
باہتمام
سید شاہ تراب الحق قادری
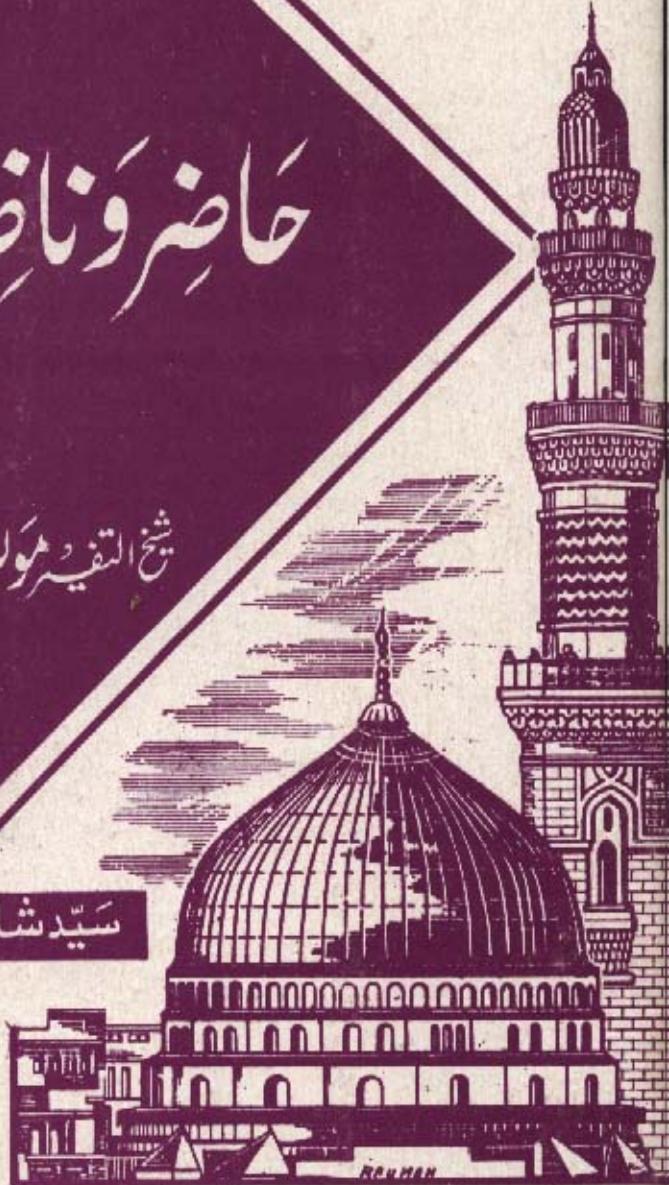
بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلحمدُ للّٰہ المنزل علی عبدہ الکتاب الفرقان و
ارسلہ مبشرا و نذیرا الی الانس والجان ھو
رحمۃ للعالمین وخاتم النبیین شاھد علینا فی
کلّ حین و آن والصلوٰۃ الاتمات الاکملات
الافضلات مادام الملوان وعلی آلہ واصحابہ
الذین اظہروا اسلامہ علی الادیان۔

امابعد! اس سے قبل فقیر نے "مسئلہ حاضر و ناظر" پر مناظرانہ
طرز پر ایک رسالہ مرتب کیا جو عوام میں نہایت مقبول ہوا۔ اور تھوڑے
سے عرصہ میں اس کے مسلسل پانچ ایڈیشن چھپ کر ہاتھوں ہاتھ نکل گئے
اندریں اثناء "آنکھوں کی ٹھنڈک" نامی کتاب کسی نے دے کر تردید کا ایماء
کیا۔ چونکہ عدیم الفرصت ہوں اس لئے مستقل طور پر تردید کیلئے تو قلم بعد
کو اٹھاؤں گا (انشاء اللہ تعالیٰ وثم انشاء رسولہ صلی اللہ علیہ وسلم) اب سردست
چند ایک ابحاث کو معرض تحریر میں لاتا ہوں۔ وما توفیقی الا باللہ علیہ
توکلت والیہ انیب۔

الفقیر ابوالصالح محمد فیض احمد اویسی رضوی غفرلہ

٢٠/ ذیقعدہ ١٣٨٧ھ

طابع: ضیاء الدین پبلیکیشنز
کھارادر کراچی

۷۸۶

مقدمہ

(فصل)

(۱) ہر دور میں ہر مسئلہ پر اختلاف ہوتے رہے لیکن "حاضر و ناظر" ایک ایسا خوش نصیب مسئلہ ہے کہ اس میں کسی کا بھی اختلاف نہیں تھا۔ چنانچہ حضرت شیخ عبدالحق صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے رسالہ "اقرب التوسل بالتوجہ الی سید الرسل" بر حاشیہ اخبار الاخیار ص۱۵۵ میں فرماتے ہیں:

"وبا چندیں اختلافات وکثرت مذاہب کہ در علماء امت است یک کس را اختلافے نیست کہ آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم بحقیقت بے شائبہ مجاز وتوہم تاویل دائم وباقی است وبر اعمال امت حاضر وناظر است"

یعنے باوجودیکہ علمائے امت میں اختلافات اور مذاہب کی کثرت ہے اس مسئلہ (حاضر و ناظر) میں کسی کا بھی اختلاف نہیں کہ حضور علیہ السلام اپنی حقیقی زندگی میں بلا تاویل بغیر احتمال مجاز کے دائم اور باقی ہیں۔ اور اُمت کے اعمال پر حاضر اور ناظر ہیں۔

بلکہ ہمارے اسلاف نے رحمہم اللہ تعالیٰ اس موضوع پر مستقل تصنیفیں کیں۔ چنانچہ علامہ جلال الدین بن ابی بکر بن محمد السیوطی المتوفی ۹۱۱ھ نے "تنویر الحلک فی امکان رؤیۃ النبی والملک" اور "المنجلی فی تطور الولی" اور "تعریف اہل الاسلام والایمان بان محمداً صلے اللہ علیہ وسلم لا یخلو منہ زمان ولا مکان للعلامہ نور الدین الحلبی رحمہ اللہ تعالیٰ" اس موضوع پر بہترین کتابیں ہیں اور پھر تصریحات کا تو شمار ہی نہیں۔ چند

ایک حوالے اسی رسالہ میں آتے ہیں۔ عہ

ہماری بدبختی سے وہابیہ دیوبندیہ ہمارے ملک میں پیدا ہوئے۔ اور انہوں نے حضور نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی شان گھٹانے پر بہت سے مسائل میں اختلاف برپا کیا۔ منجملہ اُن کے ایک مسئلہ یہ بھی ہے۔

۲۔ ہمارا عقیدہ اس مسئلہ میں وہی ہے۔ جو ہمارے اسلاف کا ہے کہ حضور پُرنور سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم عالم کائنات کے ہر ہر ذرہ میں ہر وقت حاضر و ناظر ہیں۔ جس کی تقریر علامہ سیوطی رحمہ اللہ تعالےٰ یوں فرمائی ہے۔

I ۔ یا تو مثالی صورت مختلف اشکال اختیار کر کے متعدد مقامات پر موجود ہو جائے جیسے جنّات کے لئے۔

II طی المسافۃ وطی الارض کے قبیل سے ہو کر ہر ایک دیکھنے والا اپنے مقام سے دیکھے حالانکہ وہ ایک جگہ پر ہو یا بیطور کہ اللہ تعالےٰ زمین کو لپیٹ کر درمیانی حجابات ہٹا دے پھر لوگوں کو گمان ہو کہ مقامات مختلف ہیں حالانکہ وہ ایک مقام تو ایک ہوتا ہے۔ اسی پر بہترین تقریر ہو گی۔ اس حدیث شریف کی جبکہ شبِ معراج کے سفر کی واپسی پر حضور علیہ السلام نے بیت المقدس کو سامنے دیکھ کر قریش کو تمام حالات بتا دیئے (کما سیعلیٰ)

عہ گویا شیخ صاحب قدس سرہٗ کے زمانہ تک زمانۂ قدیم میں مسئلہ حاضر و ناظر میں کسی اختلاف نہیں تھا۔ وہابیہ چونکہ شیخ صاحب کے بعد پیدا ہوئے۔ انہوں نے اختلاف برپا کر کے اجماع اُمت کو توڑ کر من شذّ شذ فی النار کے مصداق ہوئے۔ اس سے معلوم ہوا کہ دراصل بدعتی یہی ہیں۔ صرف اپنے عیب چھپانے پر یہ بڑا لقب اہلسنت کے نام مشہور کر دیا۔

فقیر اویسی

III اصلی جثہ موٹاپن اختیار کرے۔ یہاں تک کہ تمام عالم کو محیط ہو جائے
جیسے ملک الموت اور منکر و نکیر کے متعلق علماء کرام تقریر کرتے ہیں۔
کہ ملک الموت ایک ہی آن میں اہل مشرق و مغرب کی ارواح قبض
کر لیتا ہے اور منکر نکیر ایک ہی وقت میں بے شمار اہلِ قبور سے سوال
کرتے ہیں۔ یہ تقریر پچھلی دونوں تقریروں سے اعلیٰ ہے۔ کذا فی
الحاوی للفتاوی للسیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ۔

ف) یہ تقریر علامہ موصوف نے ولی اللہ کے متعدد مقامات پر موجود ہونے
کے لئے بیان فرمائی ہے اور پھر اس پر بڑے مضبوط اور قوی دلائل
قائم فرمائے۔ چنانچہ اس موضوع کا ایک مستقل رسالہ تیار ہو گیا۔ جس
کا نام "المنجلی فی تطور الولی"ؑ ہے۔ لیکن افسوس کہ موجودہ دور کا
مدعیِ اسلام ہو کر ایسے مراتب اپنے پیارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے
ماننے والے پر کفر و شرک کی مشین چلا دیتا ہے۔

معلوم رہے کہ مذکورہ بالا تقاریر کے علاوہ حضور علیہ السلام کے
حاضر و ناظر کے لئے درجِ ذیل تقریر کی جاتی ہے۔ اور اسی پر ہمارے
مسلک کے دلائل مرتب ہوتے ہیں۔

حضور سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے حاضر و ناظر ہونے کا یہ معنیٰ
ہرگز نہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت مطہرہ ہر جگہ ہر ایک
کے سامنے موجود ہے۔ بلکہ اس کے معنی یہ ہیں کہ جس طرح روح
اپنے ہر جزو میں موجود ہوتی ہے اسی طرح روحِ دو عالم صلی اللہ
علیہ وسلم کی حقیقت منورہ ذرات عالم کے ہر ذرہ میں جاری
و ساری ہے۔ جس کی بنا پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے

ؑ اس کا ترجمہ فقیر اویسی غفرلہ نے بنام "ولی اللہ کی پرواز" شائع کیا۔

روحانیت اور نورانیت کے ساتھ بیک وقت متعدد مقامات پر تشریف فرما ہوتے ہیں۔ اور اہل اللہ اکثر و بیشتر بحالت بیداری اپنی جسمانی آنکھوں سے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی انہیں اپنی نظرِ عنایت سے مسرور محظوظ فرماتے ہیں (جیسا کہ بعض حکایات عبارات فقیر نے حیوۃ الانبیاء بیہقی کی شرح عربی[ع] میں درج کئے ہیں۔ اور یہ بھی سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت قدسیہ اور نور نبوت سے بعید نہیں کہ آنِ واحد میں مشرق و مغرب شمال و جنوب تحت و فوق تمام جہات وامکنہ متعددہ لاتعداد ولاتحصیٰ میں سرکار اپنے مقربین کو اپنے جمال کی زیارت اور نگاہِ کرم کی رحمت و برکت سے سرفراز فرمائیں۔

ف۔ ہمارے اس اصول سے عدم واقفیت کی وجہ سے دیوبندی عوام کو قسم قسم کے خدشہ جات میں مبتلا کرتے ہیں۔ مثلاً عوام کو کہتے ہیں کہ اگر حضور حاضر و ناظر ہیں تو پھر مدینہ خالی ہوگا معراج کو گئے تو مکہ خالی رہا۔ جنگوں پر گئے تو پیچھے مکہ و مدینہ خالی ہوتا وغیرہ۔ انہیں خبط ہے اور حقیقت سے بے خبری ہے۔ نیز کہا کرتے ہیں کہ اس حاضر و ناظر کے عقیدہ کی رُو سے انبیاء عظام علیہم الصلوۃ والسلام کا ہجرت کرنا اور نقل و حرکت کرنا وغیرہ سب باطل ٹھہرتا ہے۔ اور جناب حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی ہجرت مکہ مکرمہ سے مدینہ تک۔ نیز معراج مکہ مکرمہ سے مسجد اقصیٰ تک اور وہاں سے سدرۃ المنتہیٰ تک اسی طرح جنگ بدر۔ خیبر۔ تبوک حنین اور طائف وغیرہ کا سفر کرنا نیز حج اور عمرہ وغیرہ کا کرنا بلکہ گھر سے مسجد اور مسجد سے گھر تک اور مدینہ کی ایک گلی سے دوسری گلی تک اور

ع۔ الموسوم بہ ہدیۃ الاصفیاء فی شرح حیوۃ الانبیاء ۱۲

ایک کوچہ سے دوسرے کوچہ تک آنا جانا بالکل باطل ٹھہرتا ہے۔ کیونکہ جب آپ ہر جگہ حاضر وناظر تھے تو مکہ مکرمہ کو چھوڑ کر مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کا کیا مطلب۔ اور جب آپ ہر جگہ حاضر وناظر تھے۔ تو مکہ مکرمہ سے بیت المقدس تک اور وہاں سے یکے بعد دیگرے سب آسمانوں کی ایک ہی رات میں بجسدِ عنصری اور بحالت بیداری میسر کرنے اور معراج کا کیا معنٰے۔ اس خبیث اور ناپاک عقیدے کے بموجب نہ تو آپ مہاجر ہو سکتے ہیں اور نہ صاحبِ معراج الخ ص۲۱

اقوال! اہل علم سے گفتگو کرنے سے مزہ بھی آتا ہے اور ذوق بھی لیکن جاہل سے بات کرنا ایک تو سر دردی دوسرے علم کا وقار جاتا ہے۔ بھلا کون سمجھائے اس بھلے مانس کو کہ "حاضر وناظر" کا جب مفہوم سمجھ نہیں آیا۔ تو پھر پہاڑ میں تیر اسر مارنا کیا۔ ہمارا دعویٰ نورانیت کے جلووں کا اور خصم نفی میں پیش کرتا ہے جسمانیت کو۔ جب ہمارے مناظرہ میں موضوع ہی ایک نہیں۔ تو اختلاف کیسا۔ اور جب عوام ہمارے دلائل دیکھتے ہیں۔ تو کہتے ہیں ہاں جی یہ بھی حق کہتے ہیں۔ اور جب مخالفین دلائل قائم کرتے ہیں تو بھی بات حق معلوم ہوتی ہے لیکن انہیں کیا معلوم کہ یہ جاہل پارٹی ایک دغاباز قوم ہے جو ایک غلط رویہ اختیار کر کے اپنی گاڑی چلایا کرتے ہیں۔

ناظرین حضرات! جس طرح مخالفین کی مکاری وعیاری حاضر وناظر کے دلائل میں ظاہر ہوئی کچھ یہی حال اُن کے دوسرے دلائل کا ہے۔ بیچارے مخالفین کو تو ابھی تک حاضر وناظر کے عقیدہ کے متعلق بھی تحقیق نہیں ہوئی۔[عہ]

عہ چنانچہ آزما کر دیکھئے کبھی کچھ کہیں گے اور کبھی کچھ۔

پھر اُن کو دلائل سے کیا واسطہ۔ یہی وجہ ہے کہ دلائل دینے میں قدم قدم پر ٹھوکریں کھاتے پھرتے ہیں۔

۳۔ ہمارے پاس اگرچہ اس موضوع پر بڑے مضبوط اور قوی دلائل موجود ہیں لیکن پھر بھی ہم منکر کو کافر ہرگز نہیں کہتے۔ ہاں اگر کوئی بدتمیز انسان ہمارے آقا و مولا سیدنا محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کو حقارت کی وجہ سے نقصِ شان کے ارادہ پر نہ مانے تو نہ صرف اُسے کافر سمجھتے ہیں۔ بلکہ ایسے شخص کی توبہ قبول نہیں مانتے اور اُس کی گردن اُڑانے کو اپنا فریضۂ ایمان سمجھتے ہیں۔ بخلاف مخالفین کے کہ اُن کے پاس ایک دلیل بھی نہیں لیکن خواہ مخواہ کفر و شرک کا فتویٰ جڑ دیتے ہیں۔ چنانچہ اُن کا ایک شعر ملاحظہ ہو ؎

جو بھی نبی کو حاضر و ناظر کہے ۔۔۔ بیشک شرع اسکو کافر کہے (جواہر القرآن)

۱۔ ہمارا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کی کوئی صفت کوئی نبی علیہ السلام ہو یا ولی کسی بھی غیر اللہ کے لئے ثابت کرنا شرک ہے۔ ہاں اگر اللہ تعالیٰ اپنی مشیت و ارادہ سے کسی کو اپنی صفت کا مظہر بنا دے تو اس کا نام عین ایمان ہے۔ مثلاً اللہ تعالیٰ سمیع و بصیر ہے جیسا کہ فرمایا "اِنَّہٗ ھُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ" بے شک اللہ تعالیٰ سمیع و بصیر ہے۔ لیکن اسی صفت سے انسان کو بھی موصوف فرمایا چنانچہ فرمایا "فَجَعَلْنٰہُ سَمِیْعًا بَصِیْرًا"۔ ہم نے انسان کو بھی سمیع و بصیر بنایا۔ اور پھر خود حضور علیہ السلام کی ذات تو سبحان اللہ کہ مفسرین نے اسی آیت "انّہ ھو السمیع البصیر" میں ھو کو جیسے اللہ تعالیٰ کی طرف راجع کیا اس طرح حضور علیہ السلام کے لئے بھی روا رکھا۔ چنانچہ روح البیان ج ۴ صفحہ ۱۰۶

روح المعانی ج ۱۳ پ ۱۵ اور زرقانی شرح المواہب اللدنیہ ج ۱ ص ۱۲۴
میں تصریحات موجود ہیں۔ ع

اسی طرح حاضر و ناظر اگرچہ اللہ تعالےٰ کی صفت سہی لیکن اللہ تعالےٰ نے اپنے فضل و کرم سے اپنی مخلوق میں بیشمار چیزوں کو اس صفت سے نوازا مثلاً ملک الموت اور جبریل علیہ السلام وغیرہ وغیرہ۔ چنانچہ مستقل طور اسی کتاب میں ہر ایک کے متعلق مفصل گفتگو ہو گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

لیکن جہاں دیوبندیوں نے محض اپنی ہٹ دھرمی سے ایسے مسائل کو شرک میں شامل کیا۔ چنانچہ اُن کا ایک جاہل لکھتا ہے کہ ان اہلسنت کے شرکیہ عقائد تو بہت ہیں مگر منجملہ ان شرکیہ عقائد کے ایک مسئلہ حاضر و ناظر بھی ہے۔ فریق مخالف کا یہ دعویٰ ہے کہ جس طرح اللہ تعالےٰ ہر چیز کو دیکھتا ہے الخ آنکھوں کی ٹھنڈک ص ۵

گویا دیوبندیوں کے نزدیک حاضر و ناظر کا عقیدہ رکھنا شرک ہے مکمل دلائل تو فقیر کی کتاب حاضر و ناظر میں ہیں سردست چند ایک ابحاث ملاحظہ ہوں۔

باب اوّل در آیاتِ قرآنیہ

۱۔ وَ یَکُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَیْکُمْ شَہِیْدًا۔
اور ہیں رسول صلے اللہ علیہ وسلم تم پر حاضر و ناظر (پ ۲ رکوع ۱)
اس آیت میں حاضر و ناظر کا ثبوت لفظ شہید سے دیا جاتا ہے۔ کیونکہ شہید بمعنے حاضر ہے۔ اس لئے کہ اس کا ماخذ لفظ شہادت ہے اور شہادت بمعنے حاضر ہوتا ہے جو کہ غیب کی نقیض ہے۔
قرآن کریم میں متعدد مقامات پر شہادت کے مشتقات اسماء و افعال کو بمعنی

ع اس کی مستقل بحث اسی کتاب کے اعتراضات و جوابات کے باب میں آئے گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

حاضر استعمال کیا گیا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے عَالِمُ الْغَیْبِ وَ الشَّهَادَةِ۔ یعنی وہی اللہ تعالیٰ غیب اور حاضر کا جاننے والا ہے۔ اور فرماتا ہے کُنَّا عَلَیْکُمْ شُهُوْدًا۔ یعنی ہم تم پر حاضر تھے۔ یہاں شہود بمعنی حاضر ہے اور فرماتا ہے یَشْهَدُهُ الْمُقَرَّبُوْنَ۔ یعنی حاضر ہوں گے اس روز مقرب لوگ اس آیت میں بھی یشہد بمعنی حاضر ہے۔ اسی طرح فرماتا ہے فَمَنْ شَهِدَ مِنْکُمُ الشَّهْرَ الخ۔ یعنی تم کو ماہ صیام حاضر ہو۔ یہاں شہد بمعنی حاضر ہے۔ اسی طرح فرماتا ہے۔ اَمْ کُنْتُمْ شُهَدَآءَ اِذْ حَضَرَ یَعْقُوْبَ الْمَوْتُ۔ یعنی جب حضرت یعقوب علیہ السلام پر موت آگئی اے بنی اسرائیلو تم حاضر تھے۔ دیکھو شہداء کلمہ بمعنی حاضر ہے۔ ثابت ہوا کہ آیت میں شہید بمعنی حاضر ہے۔

اور بعض لوگ شہید بمعنی گواہ کرتے ہیں۔ تو اس سے بھی بمعنی حاضر ثابت ہوتا ہے۔ کیونکہ گواہ شرعاً اور عرفاً اس کو کہتے ہیں جو واقعہ پر حاضر ہو۔ اگر واقعہ پر حاضر نہ ہو اور ایسے ہی کہہ دے تو اس کی گواہی غیر مقبول ہے۔ اور حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی گواہی کو سنی ہوئی گواہی نہیں کہا جا سکتا۔ کیونکہ قیامت کو جب آپ گواہی دیں گے تو دیکھی ہوئی گواہی دیں گے۔ نہ کسی سے سنی ہوئی۔ جس کے متعلق چند احادیث فقیر نے اپنی چہل حدیث در مسائل مختلف فیہا کے عشرہ اولیٰ میں درج کی ہیں۔ میری اس تقریر کی تائید حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی قدس سرہ کی تفسیر عزیزی پارہ دوم سے بھی ہوتی ہے۔ اس کے الفاظ یہ ہیں۔

ترجمہ۔ حضور علیہ السلام اپنے نورِ نبوت کی وجہ سے ہر دیندار کے

ﷲ، پارہ ۳۰ رکوع عہ پارہ اوّل رکوع (۱۶) عہ یہ عشرہ اولیٰ بہدیہ ۱/ مکتبہ اولیسہ سے مل سکتا ہے۔

کے دین کو جانتے ہیں۔ کہ دین کے کس درجہ تک پہنچا ہے۔ اور اس کے ایمان کی حقیقت کیا ہے۔ اور کونسا حجاب اُس کی ترقی سے مانع ہے۔ پس حضور علیہ السلام تمہارے گناہوں کو اور تمہارے ایمان کے درجات کو اور تمہارے نیک و بد اعمال اور تمہارے اخلاص اور نفاق کو پہچانتے ہیں۔ لہٰذا ان کی گواہی دینا بحکم شرع اُمت کے حق میں قبول اور واجب العمل ہے۔ اصل فارسی ہے جس کو ہم مسئلہ علم غیب میں تم کو سمجھا آئے ہیں۔ یہاں پر صرف ترجمہ پر اکتفا کیا ہے۔ ثابت ہوا کہ اگر لفظ شہید بمعنی حاضر ہو تب بھی مدعا حاصل۔ اگر بمعنی گواہ ہو تب بھی مطلوب موجود ہے۔

۲۔ وَجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا ۔ ترجمہ۔ اور لے آئیں گے ہم آپ کو ان پر نگہبان بنا کر پ ۵ سورۃ النساء ع

اس آیت کی تقریر پہلی آیت جیسی ہوگی۔ مگر اس کے متعلق چند مفسرین معتبرین کی رائیں سن لیجئے (تفسیر نیشاپوری) ماتحت آیت ہذا۔ لِاَنَّ رُوْحَهٗ علیہ السلام شَاہِدٌ عَلٰى جَمِیْعِ الْاَرْوَاحِ وَالْقُلُوْبِ وَالنُّفُوْسِ۔ اسی طرح تفسیر مدارک آیت ہذا کے تحت تحریر فرماتے ہیں۔

اَیْ شَاہِدًا عَلٰى مَنْ آمَنَ بِالْاِیْمَانِ وَعَلٰى مَنْ کَفَرَ وَعَلٰى مَنْ نَافَقَ بِالنِّفَاقِ ان ہر دو عبارات کا مختصر ترجمہ یہ ہے کہ حضور علیہ السلام ہر شخص کے اجسام و ارواح پر شاہد ہیں اور مومن و کافر اور منافق کے حالات کو خوب جانتے ہیں۔ اور سب پر حاضر ہیں۔

۳۔ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ ۝ سورہ انبیاء رکوع ۷

ترجمہ۔ اور ہم نے نہیں بھیجا آپ کو مگر تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر۔ اس آیت کی تشریح آپ کو فلسفیانہ طرز میں سمجھاتا ہوں۔

اُمت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والتحیہ کے نزدیک یہ امر قطعی ہے کہ اس آیۃ کریمہ میں کاف خطاب سے مراد حضور سید دو عالم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مقدسہ ہے ۔ اور یہ امر بھی واضح ہے کہ رحمۃ العالمین ہونا حضور صلی اللہ وسلم کا وصف خاص ہے ۔ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کوئی رحمۃ العالمین نہیں ہو سکتا ۔ جس کی دلیل یہ ہے کہ آیۃ کریمہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مدح میں وارد ہے ۔ اور قاعدہ ہے کہ مقام مدح میں جو وصف وارد ہو گا ۔ وہ ممدوح کے ساتھ خاص ہو گا ۔ کیونکہ تخصیص کے بغیر مدح ممکن نہیں ۔ لہٰذا ضروری ہوا کہ رحمۃ العالمین ہونے کا وصف حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے خاص ہو کسی دوسرے کے لئے اگر مبالغہ کے طور پر یہ لفظ یا اس کا ہم معنی کلمہ وارد بھی ہو تو اُسے مبالغہ یا مجاز پر محمول کیا جائے گا حقیقت یا واقعیت سے اس کو کوئی تعلق نہ ہوگا العالمین سے مراد صرف انسان یا جن و بشر و ملائکہ ہی نہیں بلکہ کل جہان ماسوی اللہ ہے اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا رحمۃ للعالمین ہونا جہت رسالت سے ہے اور رسالت کل مخلوق کے لئے عام ہے ۔ جیسا کہ خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا اُرْسِلْتُ اِلَی الْخَلْقِ کَافَّۃً (مسلم شریف) ۔ میں تمام مخلوق کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں ۔

جب رسالت کل مخلوق کے لئے عام ہے تو رحمت بھی سارے جہانوں کے لئے عام اور اللہ کے سوا ہر ذرے کو شامل قرار پائی وَلِلّٰہِ الْحَمْد ۔

اس کے بعد لفظ رحمۃ کی طرف آئیے مفسرین نے اُس کی دو توجیہیں کی ہیں : اگر مستثنیٰ منہ اعم علل ہو تو رَحْمَۃً اَرْسَلْنَا فعل کا مفعول لہ

قرار پائے گا۔ اور تقدیر عبارت یہ ہوگی۔ وَمَا اَرْسَلْنٰکَ لِعِلَّةٍ مِّنَ الْعِلَلِ اِلَّا لِاَجْلِ الرَّحْمَةِ لِّلْعٰلَمِیْنَ۔ ترجمہ۔ ہم نے آپ کو کسی کے لئے نہیں بھیجا صرف عالمین کے واسطے رحمت کے لئے بھیجا ہے اور اگر اعم احوال کو مستثنیٰ منہ بنایا جائے تو رحمت ضمیر خطاب سے حال ہوگا۔ اور لفظ رحمت مبنی للفاعل ہو کر بمعنی راحم قرار پائے گا۔ اور تقدیر عبارت یوں ہوگی۔ وَمَا اَرْسَلْنٰکَ فِیْ حَالٍ مِّنَ الْاَحْوَالِ اِلَّا حَالَ کَوْنِکَ رَاحِمًا لِّلْعٰلَمِیْنَ۔ ترجمہ۔ اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نہیں بھیجا ہم نے آپ کو کسی حال میں مگر صرف اس حال میں کہ آپ تمام جہانوں کیلئے رحم کرنیوالے ہیں۔ لفظ رحمت مفعول لہٗ ہو یا حال۔ بہر صورت حضور صلی اللہ علیہ وسلم راحم قرار پاتے ہیں۔ کیونکہ مفعول لہٗ سبب فعل ہوتا ہے اور فاعل بھی سبب فعل ہے۔ اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا راحم ہونا حال اور مفعول لہٗ دونوں کے مطابق ہے۔ خلاصۃ الکلام یہ کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تمام کائنات کل مخلوقات کا ایک ایک ذرہ ایک ایک قطرہ غرض اللہ کے سوا ہر شئے کے لئے رحم فرمانیوالے ہیں۔ بیان سابق کی روشنی میں جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا تمام عالمین کے لئے راحم ثابت ہوگیا تو راحمًا لِّلْعٰلَمِیْنَ ہونے کے لوازمات ومناسبات بھی ثابت ہوگئے۔ کیونکہ قاعدہ کلیہ ہے کہ اِذَا ثَبَتَ الشَّیْئُ ثَبَتَ بِجَمِیْعِ لَوَازِمِہٖ۔ جب کوئی چیز ثابت ہوتی ہے تو اپنے تمام لوازمات کے ساتھ ثابت ہوتی ہے۔ کسی پر رحم کرنے کے لئے چار باتیں لازم ہیں۔

۱۔ سب سے پہلے تو یہ امر لازم ہے کہ رحم کرنیوالا زندہ[عہ] ہو۔ مردہ نہ ہو۔ کیونکہ

عہ اس لازم سے اسمٰعیل دہلوی کی اس عبارت "میں ایک دن مرکر مٹی میں ملنے والا ہوں" (تقویۃ الایمان) اور آجکل کے منکرین حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تردید ہوگئی۔ فقیر اویسی غفرلہٗ ؁

مردہ رحم نہیں کرسکتا۔ وہ خود رحم کا طالب و مستحق ہوتا ہے۔ لہٰذا اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم معاذ اللہ زندہ نہ ہوں تو رحماً للعالمین نہیں ہوسکتے۔ جب آیۃ قرآنیہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا رحماً للعالمین ہونا ثابت ہوگیا۔ تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا زندہ ہونا ثابت ہوگیا۔

۲۔ دوسری بات یہ ہے کہ صرف زندہ ہونے سے کسی پر رحم نہیں کیا جاسکتا جب تک کہ رحم کرنیوالا مرحوم کے حال کا عالم ؏ نہ ہو۔ کیونکہ بے خبر کسی پر کیا رحم کریگا۔ اس کی مثال ایسی ہے کہ فرض کیجئے۔ زید انتہائی مظلوم ہے اور کہتا ہے کہ کوئی شخص اس پر رحم کرکے ظالم کے ظلم سے اُسے بچائے۔ اسی خواہش کو دل میں لے کر وہ عمرو کے پاس جاتا ہے اور اس سے رحم کی درخواست کرتا ہے عمرو اس کی رحم کی درخواست سُن لیتا ہے۔ مگر اُسے کچھ معلوم نہیں کہ اس کا حال کیا ہے؟ وہ نہیں جانتا کہ یہ کس مصیبت میں مُبتلا ہے۔ اور کس نوعیت کے رحم کا طالب ہے۔ اس لئے وہ اس سے دریافت کرتا ہے کہ تمہیں کیا تکلیف ہے۔ اور تم کس طرح کی مہربانی چاہتے ہو۔ اگر زید اسے اپنا حال نہ بتائے اور یہی کہتا رہے کہ آپ میرا حال نہ پوچھئے۔ بس مجھ پر رحم کر دیجئے تو کیا عمرو اس پر رحم کرسکتا ہے۔ نہیں اور یقیناً نہیں۔ جب تک کہ وہ اپنا حال نہ بتائے۔ اور عمرو اس کے حالات سے پُوری طرح باخبر نہ ہو اس وقت تک وہ اُس پر قطعاً رحم نہیں کرسکتا۔ آیت قرآنیہ کی روشنی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم رحماً للعالمین ہیں۔ تو جب تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمام عالمین کل ماسوائے اللہ جمیع کائنات

؏ اس لازم سے وہابیہ دیوبندیہ کا وہ باطل عقیدہ بھی مردود ہوگیا جبکہ وہ کہتے ہیں۔ (کہ معاذ اللہ) کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم دُنیا کے حالات کا کیا پتہ۔ فقیر اویسی غفرلہٗ

و مخلوقات کے حالات کو نہ جانیں - اور جمیع ماکان و مایکون کا علم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ ہو - اس وقت تک حضور علیہ الصلوۃ راحماً للعلمین نہیں ہو سکتے جب حضور علیہ الصلوۃ والسلام کا راحماً للعلمین ہوتا ثابت ہے تو تمام کائنات کے احوال کا عالم ہونا بھی ثابت ہو گیا -

۳- تیسری بات یہ ہے کہ صرف عالم ہونے سے بھی کسی پر رحم نہیں کیا جا سکتا ہے جب تک کہ رحم کرنیوالا مرحوم تک اپنی رحمت عہ و نعمت پہنچانیکی قدرت و اختیار نہ رکھتا ہو - مثال کے طور پر ایک شخص شب و روز ہمارے پاس مقیم ہے - وہ دن رات اللہ کی عبادت و اطاعت میں مشغول رہتا ہے اور عبادت و ریاضت کرتے کرتے وہ اس قدر ضعیف و ناتوان ہو گیا ہے اگر ایسے شخص کو ڈاکہ زنی اور قتل و غارت کے الزام میں پکڑ کر تختہ دار پر لٹکا دیا جائے اور وہ بیگناہ اس وقت ہم سے رحم کی درخواست کرتے ہوئے کہے کہ آپ خوب جانتے ہیں کہ میں بے گناہ ہوں - آپ مجھ پر رحم کیوں نہیں کرتے - تو ہم اسے یہی جواب دیں گے کہ واقعی ہم آپ کے حال سے اچھی طرح باخبر ہیں اور خوب جانتے ہیں کہ آپ بیگناہ ہیں - مگر فقط جاننے سے کیا ہوتا ہے - ہمارے پاس وہ اختیار نہیں کہ آپ تختۂ دار سے بچا لیں - اپنی رحمت آپ تک پہنچانے کا جب تک ہمیں اختیار نہ ہو اور قدرت نہ پائی جائے - اس وقت تک ہم آپ پر رحم نہیں کر سکتے - معلوم ہوا کہ قدرت و اختیار کا ہونا بھی رحم کرنے کے لئے ضروری ہے - جب عہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تمام مخلوقات اور کل کائنات کیلئے علی الاطلاق راحم ہیں - تو ہر ذرہ کائنات

عہ اس سے وہابیہ دیوبندیہ کے اس باطل قول کی تردید ہو گئی جو کہتے ہیں کہ جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں - ۱۲ تقویت الایمان (فقیر اویسی غفرلہٗ)

(عہ صـ ۱۶ پر ملاحظہ ہو حاشیہ میں)

تک رحمت و نعمت پہنچانے کی قدرت و اختیار بھی حضور علیہ الصلوٰۃ کے لئے حاصل ہے۔

۴۔ چوتھی بات یہ ہے کہ صرف قدرت و اختیار سے بھی کام نہیں چلتا۔ کسی پر رحم کرنے کے لئے یہ بات ضروری ہے کہ رحم کرنے والا مرحوم کے قریب ہو۔ اس بات کو مثال کے ذریعے یوں سمجھئے کہ مثلاً آپ فرلانگ کے فاصلہ پر کھڑے ہیں اچانک کیا دیکھتے ہیں کہ ایک خونخوار دشمن نے آپ کے مخلص دوست پر حملہ کر دیا۔ وہ چلا کر آپ سے رحم کی درخواست کرنے لگا۔ آپ اُس کی مدد کے لئے دوڑے اور خلوص و قلب سے اس پر رحم کرنے کے لئے آپ آگے بڑھے، مگر آپ کے پہنچنے سے پہلے ہی دشمن نے اسے ہلاک کر دیا۔ اب غور کریں کہ آپ زندہ بھی ہیں اور اُس دوست کو بچشم خود ملاحظہ بھی فرما رہے ہیں اور اس کے حال سے عالم بھی ہیں رحم کرنے کی قدرت اور طاقت بھی آپ کے

حاشیہ بابت نشان ؏ بر صفحہ ۱۵ اس لازم کے ابطال کیلئے بعض لوگ سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا واقعہ پیش کرتے ہیں۔ چنانچہ میرے محترم جناب حاجی قادر بخش صاحب خیبر میرے پاس تشریف لا کر یہی اعتراض محض تشفی و تسلی کے لئے پیش کیا تو اس کا جواب تفصیلی ان شاء اللہ تعالیٰ کسی دوسری فرصت میں پیش کروں گا۔ سر دست مجملاً یوں سمجھ لیجئے کہ یہ واقعہ وہ پیش کر سکتا ہے۔ جو حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو محض مجبور و بیکس سمجھ کر شہید سمجھے۔ ہم تو انہیں مجبور و بیکس نہیں سمجھتے۔ بلکہ رضائے الٰہی و قضائے ازلی کا مجسمہ سمجھتے ہیں۔ بلکہ یوں کہتے ہیں کہ ظالموں کے ظلم کو حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ نے اختیاراً بلکہ اپنے نانا جان علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خوابوں میں بار بار حکم فرمانے کے مطابق اٹھایا۔ ورنہ کہاں لشکر یزید اور کہاں حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ فقیر اویسی غفرلہٗ ؏ اس لازم سے وہابیہ دیوبندیہ کی تردید ہو گئی جو کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے روضۂ اقدس کے اندر ہی ہیں دور کے لوگوں سے انہیں کیا واسطہ (فقیر اویسی غفرلہٗ)۔

اندر پائی جاتی ہے۔ آپ اپنے اختیار سے رحم کر سکتے ہیں۔ لیکن اس وجہ سے کہ وہ مخلص دوست آپ سے دور ہے اور آپ اس سے دور ہیں۔ آپ اپنی حیات قدرت و اختیار کے باوجود بھی اس پر رحم نہیں کر سکتے۔ معلوم ہوا کہ رحم کرنے کے لئے راحم کا مرحوم سے قریب ہونا بھی بے حد ضروری ہے۔

جب آیۃ قرآنیہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تمام جہانوں اور مخلوقات کے ہر ذرے کے لئے راحم ہونا ثابت ہو گیا۔ تو یہ امر بھی واضح ہو گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی روحانیت نورانیت کے ساتھ تمام کائنات کے قریب ہیں۔ اور ساری کائنات حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے قریب ہے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمام عالموں کے قریب اسی وقت ہو سکتے ہیں۔ کہ جب اعلیٰ درجے کے نورانی روحانی اور لطیف ہوں۔ چونکہ رحمۃً للعٰلمین ہونے کی وجہ سے اُن کا تمام جہانوں سے قریب ہونا ضروری ہے۔ اس لئے اُن کا روحانی۔ نورانی اور لطیف ہونا بھی ضروری ہوا۔ ایک آیت سے پانچ مسئلے وضاحت کے ساتھ ثابت ہو گئے۔ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمام عالموں کے لئے رحمت فرمانے والے ہیں۔ لہٰذا زندہ ہیں اور تمام کائنات کے حالات و کیفیات کے عالم بھی ہیں۔ اور ساتھ ہی عالم کے ہر ذرے تک اپنی رحمت اور نعمت پہنچانے کی قدرت اور اختیار بھی رکھتے ہیں۔ اور اس کے ساتھ تمام عالم کو محیط اور تمام کائنات کی ہر شئے سے قریب بھی ہیں۔ نیز ایسے روحانی نورانی اور لطیف ہیں جس کی بنا پر آپ کا کسی ایک چیز سے قریب ہونا دوسری چیز کو بُعد ہونے کو مستلزم نہیں۔ بلکہ بیک وقت تمام افراد عالم سے یکساں قریب ہیں۔

باب دوم در احادیث مبارکہ۔ حدیث ما ۔ بخاری ومسلم ودیگر کتب صحاح

میں ہیں جس کو صاحب مشکوٰۃ اپنی کتاب باب اثبات القبر میں فرماتے ہیں۔ کہ جب مُردہ کو دفن کیا جاتا ہے اور لوگ واپس لوٹتے ہیں تو مُردہ ان کی جوتیوں کی آواز سنتا ہے عہ۔ بعد ازاں دو فرشتے منکر نکیر تشریف لاتے ہیں اس سے مَنْ رَّبُّكَ وَمَا دِيْنُكَ کے سوال کے بعد پوچھتے ہیں۔ مَا تَقُوْلُ فِيْ هٰذَا الرَّجُلِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ یعنی اے بندۂ خدا تو کیا کہتا ہے اس رجل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں۔ اس کے بعد مضمون حدیث طویل ہے۔

مقصود اتنا تعارض کر دیا اس حدیث سے ثابت ہوا کہ اگرچہ تمام روئے زمین میں کروڑوں لوگ مرتے ہیں تو کروڑوں جگہ ایک ہی وقت میں تمام اہل قبور کو زیارت ہوتی ہے۔

سوال :۔ اس حدیث میں دو سقم ہیں۔ ایک تو یہ کہ عقلاً بالکل محال ہے کہ ایک شئے متعدد مقامات پر پہنچ سکے۔ یا متعدد لوگوں کے سامنے آجائے، دوسرا یہ کہ حدیث شریف میں جو لفظ ہذا آیا ہے اس عہ سے کسی نے یہ مراد نہیں لی کہ آپ ہر قبر میں تشریف لاتے ہیں۔

جواب :۔ واہ رے عقل کے بندے! معلوم ہوتا ہے کہ معترض نے عشق مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی چاشنی چکھی نہیں۔ اگر اسے میخانہ سے کچھ بوند مل جاتی تو شان مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں عقل کو دخل نہ دیتا۔ یہی تو وجہ ہے کہ معراج کی رات واپسی پر ابوجہل نے عقل سے کام لیکر معراج شریف

عہ ۔ اس حدیث شریف سے وہ مسئلہ ثابت ہو گیا کہ انسان میں بعد از مرگ سننے کی طاقت باقی ہوتی ہے اس کے متعلق علامہ سیوطی رحمۃ اللہ نے شرح الصدور کثرت حدیثیں نقل کی ہیں اور مجدد ملت مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی قدس سرہ نے ایک مستقل کتاب مسمی حیاۃ الموات تحریر فرمائی ہے ہمارے مکتبہ سے بقیمت دو روپیہ طلب فرمالیجئے۔ (ناظم مکتبہ اویسیہ)

عہ ۔ فقیر کے رسالہ القول المؤید فی ما تقول فی هذا الرجل محمد صلے اللہ علیہ وسلم میں نفس تحقیق ہے کہ حضور علیہ السلام کی ہر قبر میں جلوہ گری ہوتی ہے۔

کا انکار کر دیا۔ مگر پیارے صدیق اکبر سیدنا ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عشق نے سبق دیا کہ عقل قربان کر بہ پیش مصطفےٰ۔ تو فوراً بول اٹھے آمنّا و صدّقنا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو کیا ہوا ادھر سیدنا ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے معراج کی تصدیق کی۔ وہاں رب جلیل نے فرش سے عرش تک ان کو صدیق کہلوا کر دنیائے عالم کو سبق پڑھا دیا کہ جو بھی میرے محبوب کملی پوش صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر عقل قربان کرتا ہے۔ اس کے لئے دنیا و آخرت قربان ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ شان مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں عقل کو دخیل نہ بنانا چاہیئے۔ مگر پھر بھی تم کو عقل کی رو سے سمجھانا چاہتا ہوں مگر دل کے کانوں کو کھول کر سننا۔ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذرہ ذرہ کائنات میں جلوہ گری ناممکن نہیں۔ کیونکہ متعدد مقامات پر موجود ہوتے میں اشکال وہاں پیدا ہوتا ہے۔ جہاں پہنچنے والے میں کثافت پائی جائے اور جس میں لطافت ہو تو اُس کا متعدد مقامات پر موجود ہونا ممکن ہے۔ عـہ بلکہ کروڑوں ایسی مثالیں پائی جاتی ہیں جس کو تم اپنا ایمان سمجھتے ہو گے مثلاً تمہاری آنکھوں کی بینائی۔ جب تم روشنی میں اپنے آگے دیکھتے ہو تو آپ کی بینائی ایک ہی وقت میں زید کے ساتھ بھی ہے اور عمر کے ساتھ بھی۔ انسانوں کے ساتھ بھی حیوانوں کے ساتھ بھی۔ بلکہ جہاں جہاں تک بھی تری قوت بصر میں طاقت ہے وہاں تک جمیع اشیاء کے ساتھ آپ کی بینائی حاضر بھی ہے اور ناظر بھی۔ اسی طرح اپنی قوت آواز کا تصور فرمایئے کہ آپ اپنے گھر میں بیٹھ کر زید کو بلاتے ہیں تو آپ کی آواز کی طاقت جہاں

عـہ جس کی بہت سی مثالیں فقیر کی کتاب "ولی اللہ کی پرواز" میں بیان کی گئی ہیں۔ وہاں ملاحظہ فرمائیں۔ فقیر اویسی رضوی غفرلہٗ۔

تک رسائی رکھتی ہوگی وہاں تک ہر شئے کے ساتھ ہوگی۔ چنانچہ اسی آواز کو ریڈیو کے ذریعے کائنات کے ذرہ ذرہ میں پہنچتے ہوئے روزمرہ دیکھا جا رہا ہے۔ دیکھو ایک آواز ایک ہی آن میں ریڈیو میں پڑھی ہوئی کراچی میں بھی ہے اور لاہور میں بھی۔ لندن میں بھی۔ امریکہ میں بھی۔ افریقہ میں بھی۔ عرب میں بھی اور عجم میں بھی۔ بلکہ تمام دُنیا میں بیک وقت موجود ہے جہاں ریڈیو کے ذریعہ سُننا چاہو سُن سکتے ہو۔ تمہارے کان اگر ریڈیو کے بغیر نہیں سُن سکتے تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ آواز کسی جگہ موجود نہیں۔ بات یہ ہے کہ آواز تو بیک وقت ہر جگہ موجود ہوتی ہے مگر تمہیں اُس کا ریڈیو کے بغیر احساس نہیں ہوتا۔ جہاں ریڈیو لگ گیا احساس ہوگیا۔ احساس نہ ہونا آواز کی عدم موجودگی کی دلیل نہیں بلکہ تمہارے کانوں کی کمزوری کا ثبوت ہے آواز تو بلاشبہ موجود ہوتی ہے۔ اپنے کانوں کی کمزوری کو ریڈیو کے ذریعے دُور کر کے دیکھ لو آواز کو موجود پاؤ گے۔ وسعت خواہ کروڑوں مربع میل کی ہو اور خواہ اربوں مقامات کیوں نہ ہوں۔ آواز کے وجود میں کوئی کمی نہیں۔ کمی ہے تو سُننے والوں کی قوتِ سماعت میں ہے کہ وہ بغیر ریڈیو کی مدد کے سُن نہیں سکتے۔ پس ثابت ہوگیا کہ متعدد مقامات پر ایک ہی آن میں لطیف شئے موجود ہونا صحیح ہے اور نا ممکن بالکل نہیں۔ مگر دیدۂ بینا درکار ہے۔ ورنہ یہی کہا جائے گا کہ ؎

آنکھ والا تیری قدرت کا تماشا دیکھے
دیدۂ کور کو کیا نظر آئے کیا دیکھے

خیر! اب اصل بات کی طرف آیئے عرض کی جا رہی تھی کہ لطیف شئے کا متعدد مقامات پر بیک وقت موجود ہونا غیر ممکن نہیں۔ اب دیکھنا یہ ہے۔ کہ ہمارے آقا و مولا جناب صاحب تاج لولاک لما محبوبِ خدا سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم لطیف از لطیف ہیں یا کثیف۔ اس کا فیصلہ اگر

صاحب روح کے ساتھ ہر وقت ہے چنانچہ علامہ سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ کی کتاب مذکورہ کے الفاظ یہ ہیں ۔ اَلدُّنْیَا بَیْنَ یَدَیْ مَلَکِ الْمَوْتِ بِمَنْزِلَۃِ الطَّسْتِ بَیْنَ یَدَیِ الرَّجُلِ عـــہ یعنی ملک الموت کے سامنے ساری دُنیا ایسے ہے جیسے ایک تھال کسی کے سامنے رکھا ہو۔

اسی طرح مولانا قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ تعالےٰ مصنف تفسیر مظہری اور رسالہ مالابدمنہ جن پر زمانہ حال کے وہابیہ کو بڑا ناز ہے اور حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالےٰ ان کو اپنے زمانہ کا امام بیہقی کا لقب دیتے تھے ۔ اپنی کتاب تذکرہ الموتیٰ والقبور کے صٓ پر تحریر فرماتے ہیں ۔ ابُو نعیم وغیرہ از مجاہد روایت کردند کہ زمین نزدیک ملک الموت مانند طشت است ۔ الحدیث ۔ اور امام شعرانی کی کتاب مذکورہ صـ۲۴ـ کے یہ الفاظ ہیں ۔ عَنْ ثَابِتِ الْبُنَانِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اِنَّہٗ قَالَ اللَّیْلُ وَالنَّھَارُ اَرْبَعٌ وَّعِشْرُوْنَ سَاعَۃً لَیْسَ مِنْھَا سَاعَۃٌ تَاْتِیْ عَلٰی ذِیْ رُوْحٍ اِلَّا وَمَلَکُ الْمَوْتِ قَائِمٌ عَلَیْھَا الحدیث ۔ جس کا ترجمہ یہ ہے کہ دن اور رات کے کل ۲۴ گھنٹے ہیں اور ان گھنٹوں سے کوئی ایسا گھنٹہ نہیں کہ جس میں ہر ذی رُوح پر ملک الموت حاضر نہ ہو ۔ اسی طرح یہی الفاظ ابن حجر مکی نے اپنی مشہور کتاب فتاوٰی حدیثیہ کے صـ۳ـ پر تحریر فرمائے ہیں ۔ مَلک الموت ہر ذی روح پر حاضر وناظر ہے اور مَلک الموت ہمارے حضور پرنُور صلے اللہ علیہ وسلم کا ایک نوکر ہے جیسا کہ کتب معتبرہ سے ثابت ہوا ہے ۔ اب سوچ کر بتایئے کہ نوکر تو ہر جگہ حاضر وناظر ہے مگر افسوس کہ ساری کائنات کے آقا ومولا صلے اللہ علیہ وسلم حاضر وناظر نہ ہو سکیں اور ملک الموت کو حاضر وناظر ماننے سے شرک نہیں آتا۔

عـــہ اس کا ترجمہ علامہ سیوطی رح کی عبارت جیسا ہے ۱۲ فقیر اُویسی غفرلہٗ ۔

صاحب روح کے ساتھ ہر وقت ہے چنانچہ علامہ سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ کی کتاب مذکورہ کے الفاظ یہ ہیں۔ اَلدُّنْیَا بَیْنَ یَدَیْ مَلَاکِ الْمَوْتِ بِمَنْزِلَۃِ الطَّسْتِ بَیْنَ یَدَیِ الْمُتَجَلِّ مِنْہَا یعنی ملک الموت کے سامنے ساری دُنیا ایسے ہے جیسے ایک تھال کسی کے سامنے رکھا ہو۔

اسی طرح مولانا قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ تعالیٰ مصنف تفسیر مظہری اور رسالہ مالابدمنہ جن پر زمانہ حال کے وہابیہ کو بڑا ناز ہے اور حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ ان کو اپنے زمانہ کا امام بیہقی کا لقب دیتے تھے۔ اپنی کتاب تذکرہ الموتیٰ والقبور کے صٓ پر تحریر فرماتے ہیں۔ ابُو نعیم وغیرہ از مجاہد روایت کردند عہ کہ زمین نزدیک ملک الموت مانند طشت است۔ الحدیث۔ اور امام شعرانی کی کتاب مذکورہ صٓ ۲۴ کے یہ الفاظ ہیں۔ عَنْ ثَابِتِ الْبُنَانِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اِنَّہٗ قَالَ اللَّیْلُ وَالنَّہَارُ اَرْبَعٌ وَعِشْرُوْنَ سَاعَۃً لَیْسَ مِنْہَا سَاعَۃٌ تَاتِیْ عَلٰی ذِیْ رُوْحٍ اِلَّا وَمَلَکُ الْمَوْتِ قَائِمٌ عَلَیْہَا الحدیث۔ جس کا ترجمہ یہ ہے کہ دن اور رات کے کل ۲۴ گھنٹے ہیں اور ان گھنٹوں سے کوئی ایسا گھنٹہ نہیں کہ جس میں ہر ذی رُوح پر ملک الموت حاضر نہ ہو۔ اسی طرح یہی الفاظ ابن حجر مکی نے اپنی مشہور کتاب فتاویٰ حدیثیہ کے صٓ ۳ پر تحریر فرمائے ہیں۔ ملک الموت ہر ذی روح پر حاضر و ناظر ہے اور ملک الموت ہمارے حضور پُر نور صلے اللہ علیہ وسلم کا ایک نوکر ہے جیسا کہ کتب معتبرہ سے ثابت ہوا ہے۔ اب سوچ کر بتایئے کہ نوکر تو ہر جگہ حاضر و ناظر ہے مگر افسوس کہ ساری کائنات کے آقا و مولا صلے اللہ علیہ وسلم حاضر و ناظر نہ ہو سکیں اور ملک الموت کو حاضر و ناظر ماننے سے شرک نہیں آتا۔

عہ اس کا ترجمہ علامہ سیوطیؒ کی عبارت جیسا ہے ۱۲ فقیر اُویسی غفرلہٗ۔

اور سرورِ کائنات کو حاضر و ناظر ماننے سے شرک[ع] لازم آتا ہے۔ صد حیف و
صد تف وہابیہ کے عقل و شعور پر سہ بریں عقل و ہمت بباید گریست،
اور اسی طرح منکر نکیر ہر ملک میں ہر ایک مردہ کے ساتھ ایک ہی وقت
میں کروڑ ہا مقامات پر حاضر و ناظر ہوتے ہیں۔ اگر خوفِ طوالت و بیم ثقالت
نہ ہوتا تو بہت ایسے نظائر پیش کرتا۔ مگر ہر صاحب العقل و ذوالحیاء کیلئے
اتنا کافی و وافی ہے۔ مگر ضدی بے انصاف کیلئے بہت بڑے دفتر بھی غیر
وافی ہیں جیسے شاعر کہتا ہے سہ وَدَاءُ الضِّدِّ لَیْسَ لَہٗ دَوَاءٌ۔ اُنکا ت
المسیح لہ علینا تقریر مذکورہ ہر ذیل کی آنے والی حدیث پر منطبق فرماتے جائیے۔
(۲) قَالَ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ اِنَّ اللّٰہَ زَوٰی لِیَ الْاَرْضَ فَرَاَیْتُ مَشَارِقَھَا
(کراچی ترجمہ) یعنی حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے
میرے لئے زمین سمیٹ کر رکھ دی۔ پس میں اس کے مشرقوں
اور مغربوں کو دیکھ رہا ہوں۔ اس حدیث سے صاف ظاہر
ہو گیا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ کے سامنے ہر چیز ظاہر ہے کہ
بلکہ ذرات کائنات بھی حضور عالم صلے اللہ علیہ وسلم سے پوشیدہ
نہیں۔ اس طرح تیسری حدیث آرہی ہے۔
(۳) قَالَ عَلَیْہِ السَّلَامُ اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی رَفَعَ لِیَ الدُّنْیَا فَاَنَا اَنْظُرُ اِلَیْھَا
وَاِلٰی مَا ھُوَ کَائِنٌ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ کَاَنَّمَا اَنْظُرُ اِلٰی کَفِّیْ ھٰذَا (مواھب
لدنیہ شریف۔ ترجمہ حضور علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے میرے لئے

[ع] وہابیہ کے نزدیک حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو حاضر و ناظر ماننا شرک ہے۔
اسی مسئلہ کی بنا پر ان کے نزدیک تمام اہل سنت مشرک ہیں اب مفتیان وہابیت
جواب دیں کہ جس وجہ سے ہم مشرک ہیں تم لوگ ملک الموت کے اس وصف
کو ماننے سے مشرک ہوئے یا نہیں۔

دُنیا کو ظاہر فرمایا پس میں دُنیا اور جو قیامت تک ہونے والا ہے سب کی طرف دیکھ رہا ہوں۔ جیسے اپنی اس ہتھیلی کو اور اس کی شرح میں علامہ زرقانی صفحہ ۲۲۴ میں تحریر فرماتے ہیں اِنَّ اللّٰہَ قَدْ رَفَعَ اَیْ اَظْہَرَ وَکَشَفَ لِیَ الدُّنْیَا بِحَیْثُ اَحَطْتُ جَمِیْعَ مَا فِیْہَا الخ۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے دُنیا کو میرے لئے ظاہر فرمایا بایں حیثیت کہ میں نے دُنیا کے ما فیہا کا احاطہ فرمایا (۴) قَالَ عَلَیْہِ السَّلَامُ اَنَا اَوْلٰی بِکُلِّ مُؤْمِنٍ مِّنْ نَفْسِہٖ۔ نسائی شریف ج ۱ صفحہ ۲۷۹

ترجمہ۔ حضور علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میں ہر مومن کی جان سے زیادہ قریب ہوں۔

اس حدیث شریف کے لفظ اولٰی نے بتایا کہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر مومن کے ساتھ حاضر و ناظر ہیں۔ کیونکہ اولٰی بمعنی اقرب یعنی نزدیک تر جیسا کہ مولوی محمد قاسم نانوتوی جو کہ مدرسہ دیوبند کا بانی تھا۔ اور علماء دیوبند اس کو قاسم الخیرات عہ کے خطاب سے یاد کرتے ہیں وہ اپنی کتاب تحذیر الناس کے صفحہ ۱۰ پر لکھتا ہے کہ اولٰی بمعنے قریب تر ہے۔

(۵) قَالَ عَلَیْہِ السَّلَامُ اِذَا دَخَلَ اَحَدُکُمُ الْمَسْجِدَ فَلْیُسَلِّمْ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ (ابوداؤد شریف)

ترجمہ۔ حضور کریم صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جب تم مسجد میں داخل ہو تو نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم پر سلام عرض کرو۔

ف۔ اور مسجد کا مفہوم خود حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے دوسری حدیث شریف میں فرمایا۔ کہ جُعِلَتْ لِیَ الْاَرْضُ مَسْجِدًا وَّطَہُوْرًا۔ ترجمہ۔ میرے لئے تمام رُوئے زمین کو مسجد اور پاک بنا دیا ہے یہ حدیث بخاری شریف صفحہ ۶۲ میں موجود ہے۔ مسجد کی قید اتفاقی ہے۔ چنانچہ شفا شریف میں قاضی

عہ یعنے تمام علوم و خیرات کے بانٹنے والا۔ اگر اسی طرح حضور علیہ السلام کے متعلق کہا جاوے تو وہابیہ شرک کا فتوٰے دیتے ہیں۔ ۱۲ منہ عفی عنہ

عیاض مالکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ اِذَا لَمْ یَکُنْ فِی الْبَیْتِ فَقُلِ السَّلَامُ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔ شفا شریف جلد ۲ صفحہ ۱۲۔ یعنی جب گھر میں کوئی نہ ہو تو تم نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم پر سلام عرض کرو۔ اس سے ثابت ہوا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں ——— ورنہ سلام عرض کرنے کا کیا معنیٰ۔

اسی شفا شریف کی شرح میں مُلا علی قاری رحمہ اللہ الباری تحریر فرماتے ہیں۔ لِاَنَّ رُوْحَہٗ صلے اللہ علیہ وسلم حَاضِرٌ فِی بُیُوْتِ اَھْلِ الْاِسْلَامِ جلد ۲ صفحہ ۱۱۸

ترجمہ۔ یعنی سلام عرض کرنے کا مطلب یہ ہے کہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی رُوح مقدس ہر اہل اسلام کے گھر حاضر ہے۔

باب سوم در اقوال علماء اہل السنت رحمہم اللہ تعالےٰ

۱۔ ہمارے امام اعظم سیدنا ابو حنیفہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ جن کے اقوال و افعال ہمارے باعث نجات ہیں۔ اپنے قصیدہ النعمان صفحہ ۱۲ میں حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کو معروضات عرض کرکے مسئلہ حاضر و ناظر واضح فرماتے ہیں ؎

وَ اِذَا سَمِعْتُ فَعَنْکَ قَوْلًا طَیِّبًا
وَ اِذَا نَظَرْتُ فَلَا اَرٰی اِلَّا لَکَ

یعنی جب میں سنتا ہوں تو آپ ہی کا ذکر پاک سنتا ہوں اور جب دیکھتا ہوں تو آپ کے سوا کچھ نظر نہیں آتا۔

(۲) قَالَ اَبُو الْحَسَنِ الشَّاذِلِیُّ لَوْ حُجِبَ عَنِّی النَّبِیُّ صلے اللہ علیہ وسلم طَرْفَۃَ عَیْنٍ مَا عَدَدْتُ نَفْسِی مُسْلِمًا۔ شرح قصیدہ ہمزیہ الافضلین مجلس صفحہ ۱۲۶

ابو الحسن شاہ ولی رحمہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اگر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک آنکھ جھپکنے کی دیر مجھ سے در پردہ ہو جائیں تو اپنے نفس کو مسلم شمار نہیں کرتا۔

۳۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسالہ اقرب التوسل بالتوجہ الی سید الرسل برحاشیہ اخبار الاخیار صفحہ ۱۵۵ میں فرمایا عـــہ

وباچندیں اختلافات وکثرت مذاہب کہ در علماء امت است یک کس را خلافے نیست کہ آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم باحقیقت بے شائبہ مجاز وتوہم تاویل وباقی است وبر اعمال امت حاضر وناظر است

یعنے باوجودیکہ علمائے اُمت میں اختلافات اور مذاہب کی کثرت ہے اس مسئلہ (حاضر وناظر) میں کسی کا بھی اختلاف نہیں کہ حضور علیہ السلام اپنی حقیقی زندگی میں بلا تاویل بغیر احتمال مجاز کے دائم اور باقی ہیں اور اُمت کے اعمال پر حاضر وناظر ہیں۔

(۴) حضرت شیخ عبدالعزیز دباغ رحمۃ اللہ اپنی مشہور کتاب الابریز شریف صفحہ ۲۴۶ میں تحریر فرماتے ہیں۔

وَاَکْبَرُ الْاَرْوَاحِ قَدْرًا وَجَاہًا رُوْحُہٗ صلے اللہ علیہ وسلم وَاِنَّہَا تَمْلَأُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِیْنَ۔

یعنی ارواح سے سب سے بڑی اور مرتبے والی حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی روح اقدس ہے کہ وہ تمام آسمانوں اور زمینوں پر حاوی ہے۔

(۵) علامہ یوسف نبہانی رحمۃ اللہ اپنی کتاب جواہر البحار میں فرماتے ہیں۔

اِنَّ جَسَدَہُ الشَّرِیْفَ لَا یَخْلُوْ عَنْہُ زَمَانٌ وَلَا اَمْکَانٌ وَلَا مَحَلٌّ وَ لَا مَکَانٌ وَلَا عَرْشٌ وَلَا کُرْسِیٌّ وَلَا قَلَمٌ وَلَا بَرٌّ وَلَا سَہْلٌ وَلَا بَحْرٌ وَلَا بَرْزَخٌ وَلَا قَبْرٌ۔ ترجمہ بے شک نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا جسم شریف۔

عـــہ یہ قصیدہ۔ مع ترجمہ منظوم رضا مصطفےٰ میں بھی شائع ہوا ہے۔ دفتر رضائے مصطفےٰ چوک دارالسلام گوجرانوالہ میں دو آنے کا ٹکٹ بھیج کر منگوا لیجئے۔

سے نہ کوئی عرش اور نہ کرسی اور نہ قلم اور نہ جنگل اور نہ دریا نہ نرم زمین نہ سخت زمین اور نہ برزخ اور نہ قبر یعنے کائنات کے ذرہ ذرہ میں حضور علیہ السلام حاضر و ناظر ہیں۔

۱۰۔ مصباح الہدایت ترجمہ عوارف المعارف مصنفہ شیخ شہاب الدین سہروردی رحمہ اللہ تعالے صفحہ ۱۶۵ میں ہے۔
پس باید کہ بندہ ہمچنان کہ حق سبحانہ را پیوستہ بر جمیع احوال خود ظاہراً و باطناً واقف و مطلع بیند رسول اللہ صلے علیہ وسلم را نیز ظاہر و باطن حاضر داند
یعنی چاہیئے کہ جس طرح حق تعالیٰ کو ہر حال میں ظاہر و باطن طور پر واقف جانتا ہے اس طرح حضور علیہ السلام کو بھی ظاہر و باطن حاضر و ناظر جانے۔

۷۔ مرقات شرح مشکوٰۃ میں علی رحمۃ اللہ تعالے فرماتے ہیں۔

وَقَالَ الْغَزَالِی سَلِّمْ عَلَیْہِ اِذَا دَخَلْتَ فِی الْمَسَاجِدِ فَاِنَّہٗ عَلَیْہِ السَّلَامُ یَحْضُرُ فِی الْمَسَاجِدِ صفحہ

امام غزالی رحمہ اللہ تعالے فرماتے ہیں کہ جب مسجدوں میں جاؤ تو حضور علیہ السلام کو سلام عرض کرو کیونکہ آپ مسجدوں میں موجود ہوتے ہیں۔

اس کا مکمل بیان حدیث شریف ۵ میں گزر چکا ہے (۸) علامہ اسمٰعیل حقی اپنی تفسیر روح البیان پارہ ۲۶ سورہ فتح تحت آیت انا ارسلنٰک شاہداً میں تحریر فرماتے ہیں۔ قَالَ بَعْضُ الْکِبَارِ اِنَّ مَعَ کُلِّ سَعِیْدٍ رَقِیْقَۃً مِنْ رُوْحِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ھِیَ الرَّقِیْبُ الْعَتِیْدُ عَلَیْہِ الخ۔ بعض بزرگوں نے فرمایا ہے کہ ہر نیک بخت کے ساتھ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی روح رہتی ہے اور رقیب و عتید سے یہی مراد ہے۔ اس کے بعد فرماتے ہیں کہ ان احادیث کو جن میں آتا ہے کہ گناہ کرتے وقت (زنا وغیرہ) ایمان نکل جاتا ہے تو یہاں ایمان

ایمان سے مراد حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی توجہ مقدس ہے۔
اب صرف دو عبارتیں وہ نقل کرتا ہوں۔ جن پر تمہارے وہابیہ
کو زیادہ اعتماد ہے۔

۹۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالےٰ اپنی کتاب فیوض الحرمین
صٓ۲۸ میں تحریر فرماتے ہیں۔

اِنَّ الْفَضَاءَ مُمْتَلِیٌ بِرُوحِہٖ صلے اللہ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ	تمام فضاء حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی روح سے بھری ہوئی ہے۔

۱۰۔ بعض از عرفا گفتہ اند کہ ایں خطاب بجہت سریان حقیقت محمدیہ
صلے اللہ علیہ وسلم است علیہ الصلوٰۃ والسلام در ذرائر موجودات وافراد و
ممکنات پس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم در ذوات مصلیاں موجودہ حاضر
است (مسک الختام صٓ۲۴۴)، ترجمہ: یعنی بعض عارفوں نے فرمایا ہے کہ
یہ خطاب نماز میں حضور علیہ السلام کی حقیقت کے سریان کے سبب سے
ہے جو تمام موجودات کے ہر ذرہ تمام ممکنات کے افراد میں ہے پس آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم نمازیوں کے وجود میں حاضر ہیں۔ یہ کتاب نواب صدیق حسن
بھوپالی کی ہے۔ جس کو وہابی غیر مقلد اپنا بڑا امام مانتے ہیں۔
اور وہابی۔ دیوبندیوں کا بھی معتمد علیہ ہے۔ یہی صاحب اس مسئلہ
کو سمجھا کر پھر تمام نمازیوں کو نصیحت فرماتے کہ نمازی کو چاہیئے کہ
اس حقیقت سے آگاہ رہے۔ اور اس مشہور یعنی حاضر
وناظر کے مسئلہ سے غافل نہ ہو۔ تاکہ معرفت کے
اسرار اور قرب کے انوار سے منور اور فائز ہو۔ شاید کسی کو حاضر
ناظر کے مسئلہ میں شک پڑجائے تو اس کی دلیل میں ایک شعر بیان فرماتے ہیں۔

؎ در رہ عشق مرحلۂ قرب وبعد نیست عیاں می بینمت ودعا می فرستمت

ترجمہ۔ عشق کے راستہ میں قرب وبعد کی منزل نہیں تجھ کو اے نبی کریم

صلے اللہ علیہ وسلم ظاہر دیکھتا ہوں۔ اور دعا کرتا ہوں۔ یہی عبارت اگرچہ شیخ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اشعۃ اللمعات اور مدارج النبوت شریف میں بھی لکھی مگر وہابیہ کو سمجھانے کے لئے اُن کے پیشوا کی عبارت نقل کر دی ہے ؏

تتمہ

حاضر و ناظر کا مسئلہ التحیات کے پڑھنے سے بھی حل ہو جاتا ہے چنانچہ آپ کو معلوم ہی ہوگا کہ ہر نفل و سُنت کی ہر دوسری رکعت میں اور فرض کے ہر دوسرے قعدہ میں التحیات کا پڑھنا واجب ہے۔ اگر کوئی عمداً چھوڑ دے تو نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ تو اسی التحیات کو ہر نماز میں پڑھتے ہیں۔ السلام علیکم ایہا النبی الخ۔ یعنی سلام ہو تم پر اے نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم۔ دیکھو اس التحیات میں صیغہ خطاب بھی ہے اور پھر ایہا حرف ندائیہ بھی استعمال کیا گیا ہے کہ ضمیر خطاب اور حرف ندا کہہ رہا ہے۔ کہ تم اپنے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو حاضر و ناظر سمجھ کر اپنی نمازوں کو قبول کراؤ۔ چنانچہ وہابیوں کے مولوی مذکور نے کیسی تاکید فرمائی۔ اس پر ایک بزرگ کا قول بھی سُن لیجئے۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ اپنی مقبول کتاب احیاء العلوم شریف جلد اوّل باب چہارم فصل سوم نماز کی باطنی شرائط میں فرماتے ہیں۔ منہا احضوفی قلبک النبی علیہ السلام و شخصہ رسول الکریم وقل السلام علیک ایہا النبی۔ یعنی اپنے دل میں نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک کو حاضر و ناظر جان کر عرض کر السلام علیک الخ

؏ اس کی مکمل بحث اور مخالفین کے اعتراضات اور ان کے جوابات فقیر کی کتاب "رفع الحجاب عن تشبہہ اہل الحق واہل الغراب" میں ہے ۱۲ منہ

بلکہ ہمارے احناف رحمہم اللہ تعالیٰ بھی اس بات کی تصریح فرماتے ہیں ۔ کہ التحیات میں نمازی کا یہ خیال ہو کہ میں ہدیہ دربارگاہ و رسالت میں سامنے حاضر ہو کر پیش کر رہا ہوں ۔ چنانچہ ذیل کی چند عبارات اضافتہ محض لیجئے ۔

(۱) ویقصد بالفاظ التشہد معانیہا مرادۃ لہ علی وجہ الانشاء کانہ یحیی اللہ تعالیٰ ویسلم علی نبیہ و علی نفسہ و اولیاءہ لا الاخبار عن ذلک ذکرہ فی المجتبیٰ وظاہرہ ان ضمیر علینا للحاضرین لا حکایتہ سلام اللہ (در مختار جلد اول صفحہ ۳۴۶)

نمازی الفاظ تشہد سے ان معانی کا ارادہ کرے جو اس کی مراد ہے اور یہ علی وجہ الانشاء ہو گویا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تحفے پیش کر رہا ہے اور اپنے نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم پر اور خود اپنی ذات اور اولیاء اللہ پر سلام پیش کر رہا ہے ۔ اخبار اور حکایت سلام کی نیت ہرگز نہ کرے ۔ اس کو مجتبیٰ میں ذکر کیا ۔ اور اس کا ظاہر مفہوم یہ ہے کہ علینا کی ضمیر تمام حاضرین کے لئے ہے (سلام تشہد بہ نیت انشاء کہا جاتے) اللہ تعالیٰ کے سلام کی نقل و حکایت کا ارادہ نہ ہو ۔

(۲) ولا بد من ان یقصد بالفاظ التشہد معانیہا التی وضعت لہا من عندہ کانہ یحیی اللہ تعالیٰ ویسلم علی النبی صلے اللہ علیہ وسلم وعلی نفسہ و اولیاء اللہ تعالیٰ کذا فی الزاہدی (عالمگیری ۔ مطبوعہ ہند صفحہ ۳۲) نمازی کے لئے الفاظ تشہد کے معانی موضوعہ کا اپنی طرف سے بطور انشاء مراد لینا اور ان کا قصد کرنا ضروری ہے ۔ گویا کہ وہ اللہ کو تحفے پیش کر رہا ہے ۔ اور نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم اور اپنی ذات پر و اولیاء کرام پر سلام عرض کر رہا ہے ۔

اسی طرح دیگر معتبر کتابوں میں یہی مضمون موجود ہے ۔ مثلاً شامی صفحہ ۳۴۱ اور مراقی الفلاح صفحہ ۱۵۵ وغیرہ وغیرہ ان عبارات سے وہابیہ کا وہ مکر و فریب

بھی رفع ہو گیا۔ جو کہا کرتے ہیں کہ مسئلہ حاضر و ناظر فقہ کی کتابوں میں نہیں ہے۔

خاتمہ

یہ مسئلہ ایسا واضح ہے کہ مخالفین سے بھی بہ موجب "الکذوب قد یصدق" باتوں باتوں سے ظاہر ہو گیا۔ چنانچہ مخالفین کے اکابرین اپنے اصاغرین کو کوئی مسئلہ سمجھانے بیٹھے تو اُن سے حاضر و ناظر کا خیال دماغ سے اُتر گیا۔ جس سے وہ بے خبری میں مسئلہ حاضر و ناظر کا ثبوت دے بیٹھے۔ چنانچہ چند عبارات ان کے اکابر کی بھی سن لیجیئے۔

(۱) مولوی قاسم نانوتوی بانی مدرسہ دیوبند تحذیر الناس عـه صـ۱۰ میں لکھتا ہے اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِہِمْ کو بعد لحاظ صلہ من انفسہم کے دیکھئے تو یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ رسول اللہ علیہ السلام کو اپنی اُمت کے ساتھ وہ قرب ہے کہ اُنکی جانوں کو بھی اُن کے ساتھ حاصل نہیں کیوں کہ اولیٰ بمعنے اقرب ہے۔

مولوی رشید احمد گنگوہی اپنی کتاب امداد السلوک عـه صـ۱۰ میں لکھتا ہے

ہم مرید یہ یقین داند کہ روح شیخ	مرید یہ بھی یقین سے جانے کہ شیخ کی
مقید بیک مکان نیست لیس ہر	روح ایک جگہ میں مقید نہیں ہے
جا کہ مرید باشد قریب یا بعید	مرید جہاں بھی دور یا نزدیک
اگرچہ از شیخ دور است	اگر پیر کے جسم سے دور ہے
اما روحانیت اُو دُور	مگر پیر کی روحانیت

عـه یہ رسالہ ہم سے طلب فرمائیے۔ قیمت ۵۰/۔ مگر یہ رسالہ اُسی کو بھیجا جائیگا۔ جسکے لئے یقین ہوگا کہ یہ محض تردید کے لئے خرید رہا ہے ورنہ نہیں۔

نیست۔ چوں ایں امر محکم وارد ہر وقت بیاد دارد و ربط قلب پیدا آمد و ہر دم مستفید بود مرید در حال واقعہ محتاجِ شیخ بود، شیخ را بقلب حاضر آوردہ بلسان حال سوال کند۔ البتہ روحِ شیخ باذنِ اللہ تعالٰے القاء خواہد کرد۔ مگر ربط تام شرط است وبسبب ربط قلب شیخ را لسان قلب ناطق مے شود بسوئے حق تعالٰے راہ می کشاید وحق تعالٰے اورا محدث می کند

دور نہیں، جب یہ بات پختہ ہوگئی تو ہر وقت پیر کی یاد رکھے اور دلی تعلق اس سے ظاہر ہو اور ہر وقت اُس سے فائدہ لیتا ہے، مرید واقعہ کی حالت میں پیر کا محتاج ہوتا ہے شیخ کو اپنے دل میں حاضر کرکے زبان حال سے اس سے مانگے۔ پیر کی روح اللہ کے حکم سے ضرور القاء کرے گی، مگر پورا تعلق شرط ہے اور شیخ سے اسی تعلق کی وجہ سے دل کی زبان گویا ہو جاتی ہے اور حق تعالٰی کی طرف راہ کھل جاتی ہے اور حق تعالٰے اُس کو صاحب الہام کر دیتا ہے۔

اس عبارت میں حسب ذیل فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ (۱) پیر کا مرید کے پاس حاضر وناظر ہونا۔ (۲) مرید کا تصور شیخ میں رہنا (۳) پیر کا حاجت روا ہونا (۴) مرید خدا کو چھوڑ کر اپنے پیر سے مانگے (۵) پیر مرید کو القاء کرتا ہے (۶) پیر مرید کا دل جاری کر دیتا ہے۔ جب مرید میں یہ طاقتیں ہیں تو جو ملائکہ اور انسانوں کے شیخ الشیوخ ہیں صلے اللہ علیہ وسلم اُن میں یہ صفات ماننا کیوں شرک ہے اس عبارت نے تو مخالفین کے سارے مذہب پر پانی پھیر دیا۔

(۳) مولوی اشرف علی تھانوی اپنی کتاب حفظ الایمان میں لکھتا ہے کہ ابو یزید سے پوچھا گیا طے زمین کی نسبت۔ تو آپ نے فرمایا یہ کوئی چیز کمال کی نہیں، دیکھو ابلیس مشرق سے مغرب تک ایک لحظہ میں قطع کر جاتا ہے۔

اب وہابیہ سے کون پوچھے کہ یہ صفت حاضر وناظر ملنتے وقت شرک کا فتوٰی کیسے ہضم کر گئے۔

فقط والسلام تمت بالخیر

محمد فیض احمد اویسی رضوی غفرلہٗ ۱۴۰۲ھ بہاول پور پاکستان